وجودِ حجت

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلوٰۃُ عَلٰی سَیِّدِ النَّبِیِّیۡنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیۡنَ۔

ذہنیتوں کا اختلاف دنیا میں عجیب عجیب کرشمہ دکھلاتا رہا ہے، کون مسئلہ ایسا ہے جس میں آراء وافکار ایک نقطہ پر جمع ہوئے ہوں اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا ہو یہاں تک کہ ظاہری حواس سے جو چیزیں تعلق رکھتی ہیں وہ بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہیں۔ سوفسطائیوں نے بدیہیات کے وجود سے بھی انکار کر دیا اور حقائق عالم کو خواب پریشاں کے مثل بے حقیقت سمجھ لیا۔

اکثر حسی چیزیں طویل عرصہ تک دریافت ہونے سے محروم رہیں اس لئے کہ وہ ذرائع وآلات موجود نہ تھے جن سے ان کا ادراک کیا جا سکے۔

پانی کے جراثیم اور ہوا میں مخلوط شدہ ذرّات اسی وقت احاطہ محسوسات میں داخل ہوئے جب آلات مکبّرہ (مکراسکوب) نے ایک ایک چیز کو ہزار ہزار گنا بڑا کر کے دکھانے کا بیڑا اٹھایا اور دور ترین آوازیں اس وقت گوش گذار ہونے کے قابل بن گئیں کہ جب تار برقی اور بے تار برقی کے فضائی پیغاموں کی ایجاد نے دنیا کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اس لئے کہ مناظرانہ نوک جھونک اور الزامی اعتراضات وجوابات کسی مشکل کا صحیح حل نہیں ہو سکتے، وہ وقتی حیثیت سے فریق مقابل کی زبان میں گرہ اور لبوں میں قفل ڈال دیں اور اس سے عجز کا اقرار بھی کرا لیں لیکن وہ ضمیر کو سرنگوں بنا کر اس سے اعتراف نہیں کر سکتے۔

اس کے لئے تو ضرورت ہے کہ دل میں خلش کرتا ہوا کانٹا اور چبھتی ہوئی پھانس نکل جائے اور وہ جب ہی ہوگا کہ جس وقت شک وشبہہ کے تمام اسباب پر منصفانہ بحث کر کے دنیا کو صبر وسکون سے ان پر غور کرنے کا موقع دیا جائے۔

بحالت موجودہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر اس رسالہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ مجھ کو یہ توقع نہیں ہے کہ اپنے موجودہ محدود وقت وفرصت میں میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈال سکوں گا اور اسی بنا پر اس رسالہ کو اس سلسلہ کی پہلی قسط سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ مناسب مواقع پر اس موضوع کے متعلق انشاء اللہ دیگر رسائل کی اشاعت ہوتی رہے گی۔

غیب کا اعتقاد

''غیب'' یعنی اَن دیکھی باتوں کا اقرار انسان کی زندگی میں ناگزیر ہے، وہ لوگ جو اپنے تمام معلومات کی بنیاد مشاہدات پر قرار دیتے ہیں اور عقلی ادلّہ کا نام سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں ان کو بھی گھوم پھر کر عقلی نظریات کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔

مادّیین کے مقابلہ میں ہم نے کافی شرح وبسط کے

ساتھ اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے براہین عقلیہ کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔

یہاں تک کہ وہ چیزیں جو تمام تر محسوسات پر مبنی سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی جب تک ایک مقدمۂ عقلیہ کا ضمیمہ نہ لگے اس وقت تک نتیجہ نکلنا محال ہے۔ اور وہ مقدمۂ عقلیہ ہمیشہ ظاہری احساسات سے خارج ہوتا ہے۔

تھرمامیٹر سے بخار کی تشخیص کرنے والے ڈاکٹر لاکھ کہیں کہ ہمارا علم مشاہدہ پر مبنی ہے اور ان کا یہ کہنا ظاہری نظر میں صحیح بھی ہو اس لئے کہ حقیقتاً وہ اپنی آنکھ سے پارہ کو خاص درجہ پر دیکھ کر حکم لگاتے ہیں لیکن گہری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس تشخیص کا سنگ بنیاد وہ تلازم ہے کہ جو مقدار حرارت اور پارہ کی رفتار میں پایا جاتا ہے اور یہ تلازم عقلی ہے جس کو ظاہری حواس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس تلازم کی بنا پر پارہ کی رفتار سے جسمانی حرارت کا پتہ لگانا اثر سے موثر کا ثبوت بہم پہنچانا نہیں تو کیا ہے اور اسی کا نام برہان اِنّی ہے، لیکن انہی لوگوں کے سامنے جب برہان اِنّی کا نام لیا جائے تو وہ اس کو مسخرہ خیز ہنسی میں اُڑا دیں گے، یہ الفاظ کی بھول بھلیاں میں پھنس کر معنی سے کنارہ کشی نہیں تو کیا ہے۔

علوم وفنون کی بنیاد مقدمات عقلیہ پر ہے یہاں تک کہ حساب وہندسہ کے ایسے منضبط علم جو انتہائی درجہ احساس سے قریب ہیں ان میں بھی کلیات وضوابط ادراکات عقل کے پابند ہیں۔

دو اور دو کو چار کہنے والا کہنے کو کہہ دے کہ میں نے دو کو دو کے ساتھ جمع کر کے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ چار ہوتے ہیں لیکن یقیناً اس کا مشاہدہ دس بیس سو دو سو مواقع سے زیادہ نہیں ہے اس کی بنا پر آخر اس کو کُلی حکم لگانے کا کیوں کر حق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیشہ دو کا دو کے ساتھ ضمیمہ چار ہی حاصل کرے گا اور اسی طرح اشکال اقلیدسیہ سے مسائل ہندسیہ کا استخراج اگر چہ اس کی شکل کی محسوس صورت کا نتیجہ ہے لیکن وہ آزمائش کہ جو صرف ایک شکل کو بنا کر ہوئی ہے کسی عمومی کلیہ کی تصحیح میں کہاں تک کافی ہوسکتی ہے۔

یقیناً حساب وہندسہ دونوں میں جزئیات کو دیکھ کر کلیات کا استخراج ایک حکم عقل کے تحت میں ہے اور وہ یہ کہ حُکْمُ الْاَمْثَالِ فِیْمَا یَجُوْزُ وَمَالَایَجُوْزُ وَاحِدٌ یعنی ذاتی خصوصیات میں اتحاد کا لازمہ یہ ہے کہ آثار وخواص میں اتحاد ہو اور اس بنا پر جب ایک جگہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہو گیا اور مُثَلَّثُ مُتَسَاوِیُ السَّاقَیْنِ کے دو زاویہ قائمہ حادۂ منفرجہ کے برابر ہو گئے تو معلوم ہوا کہ یہ ہوتا ہی ایسا ہے اور اس کے خلاف ممکن نہیں ہے۔

پھر جب انسانی زندگی میں صرف آنکھ سے دیکھنے یا دوسرے ظاہری حواس کے ادراک پر اکتفاء ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دے سکتی اور ایسی باتوں کا اقرار ضروری ہی ہوتا ہے جو حواس کے ادراکات سے باہر ہیں تو کسی حقیقت کا صرف اس بنا پر انکار کرنا کہاں تک حق بجانب ہوسکتا ہے کہ وہ آنکھ سے اوجھل ہے بے شک اس پر عقلی دلیل کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور یہ مطالبہ ہر وقت قابل سماعت ہوگا۔

مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر

مذہب اگر چہ لغوی اعتبار سے مسلک کا مرادف ہے اور اس بنا پر جس کو لامذہبیت کہا جاتا ہے وہ بھی مذہب ہے

لیکن جس معنی سے کہ لامذہبیت لامذہبیت ہے اس کے اعتبار سے مذہب کا سنگ بنیاد یہ ہے کہ انسان مادی شکست وریخت کے آگے بھی کسی چیز کا قائل ہو۔ وہ غیر محسوس ہستی جس کو آنکھوں نے دیکھا نہیں اور کانوں نے سنا نہیں اور نہ دوسرے ظاہری حاسوں نے اس کا ادراک کیا اسی کا نام فارسی میں خدا عربی میں اللہ اور ہر زبان میں اس کے اعتبار سے ہے اور اسی کا اعتقاد وہ ہے جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔

ایک انسان جب مذہب کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے تو اسی وقت اس غیبی طاقت کے سامنے سر جھکا دینا پڑتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اس نے بیداری میں کیا خواب میں بھی نہیں کیا ہے اور نہ ہو سکنے کی توقع ہے لیکن فطری حیثیت سے اپنی رگ رگ کے اندر اس کے اعتقاد اور کامل یقین کو بجلی کی طرح دوڑے ہوئے پاتا ہے، وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر نفس میں اس کے قدرت کی نشانیوں کو مضمر پاتا ہے لیکن خود اس کا نشان نہیں ملتا۔ وہ آنکھ بند کر کے بھی اپنی دنیا کو اس کے جلووں سے معمور دیکھتا ہے لیکن آنکھ کھول کر عالم کے چپّہ چپّہ کو ڈھونڈھ ڈالتا ہے اس کا جلوہ کہیں نظر نہیں آتا وہ غیب ہے اور مکمل غیب، وہ ایسا نہیں کہ اپنی آنکھوں نے نہ دیکھا ہو لیکن دوسرے لوگوں سے اس کے چشم دید معلومات بہم پہنچے ہوں، ایسا بھی نہیں اس لئے کہ اس کے مشاہدۂ جمال کی پابندیاں کسی خاص آنکھ سے مخصوص نہیں بلکہ اس کا پردۂ غیبت اتنا ہمہ گیر ہے کہ جس سے کوئی مستثنٰی نہیں ہے۔

اس کی غیبت کسی محدود وقت صدی دوصدی ہزار دوہزار سال کی مدت سے مقید بھی نہیں ہے کہ جس کے قبل اس کے مشاہدہ کرنے والوں کے بیانات نے اس کے وجود کا پتہ دیا ہو بلکہ وہ ایسی غیبت ہے جو زمانہ کے ابتداء وانتہاء کے حدود سے بالاتر ہے۔

عقیدۂ الوہیت کی منزل کو طے کرنے کے بعد اس کی آنکھوں کے سامنے شرائع ونبوات کا مرحلہ آجاتا ہے اور اس میں مختلف راستوں کو دیکھ کر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ کسی نہ کسی راستہ کا سالک ہوجائے۔

انبیاء ومرسلین کا وجود اپنے اپنے زمانہ میں اگرچہ تعینات کا پابند اور حواس ظاہریہ سے محسوس ہے لیکن آنے والی نسلوں کے لئے وہ بھی غیب کی نوعیت رکھتا ہے اور اس کا اعتقاد صرف مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔

اس کے بعد انبیاء کے تعلیمات اور تبلیغی ہدایات اس کے سامنے ایک وسیع میدان غیبی اعتقادات کا پیش کردیتے ہیں، حشر نشر جنت دوزخ حساب کتاب غرض یوم معاد کا عقیدہ جو اگرچہ کسی نہ کسی نوعیت کے ساتھ ہر مذہب میں پایا جاتا ہے لیکن مکمل طور پر اسلام میں پیش کیا گیا ہے وہ اپنے ساتھ غیبی باتوں کے اعتقاد کا ایک بڑا مبسوط باب سامنے لاتا ہے جس کے تسلیم کرنے سے ایک پابند مذہب کے لئے گریز ممکن نہیں ہے۔

اسلامی کتاب محکم قرآن مجید کے تسلیم کرنے پر انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ وہ ملائکہ کے وجود کا بھی اقرار کرے اور وہ عقول مجردہ نہیں تو اجسام لطیفۂ نورانیہ ہیں اور نظروں سے غائب ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر

ہے یعنی جو کسی غائب چیز پر ایمان کو اپنے ذوق مشاہدہ کے لئے ننگ سمجھتا ہو اسے آخری نقطہ سے لے کر اول تک تمام حقائق مذہب کا انکار ضروری اور دنیا کے تغیرات کو ذرات مادہ کے تفعلات کا نتیجہ سمجھنا لازمی ہے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ مادیت کو اپنے درد کا مداوا سمجھ کر اختیار کرنا بھی غیب کے اعتقاد سے پورا چھٹکارا نہیں دیتا، اس لئے کہ ذرات مادیہ یعنی جواہر فردہ کے متعلق ان کے ماننے والے خود معترف ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی خوردبین سے بھی دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ اب تک ان کا مشاہدہ ہوسکا ہے۔ اور اسی طرح طبعیت کی طرف لو لگانے والوں سے پوچھو کہ تم نے کبھی طبعیت کو دیکھا بھی ہے؟ تو جواب نفی ہی میں ملے گا۔

دنیا لاکھ چکر لگائے لیکن اسے غیب کے سامنے سرنگوں ہونا ضروری ہے اور اس سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ قرآن کریم نے صاف غیر مبہم لفظوں میں غیب کے عقیدہ کو اہمیت دی اور ارشاد کیا:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔

''یہ کتاب قرآن مجید بے شبہ ہے، وہ رہنما ہے متقین کا (متقین کون) وہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

اس طرح ایمان کا رکن اعظم غیب کا اعتقاد قرار پایا اور وہی تمام اصول عقائد کا سنگ بنیاد اور اصل واساس ہے۔

اور اس بنا پر ایک صاحب مذہب اور ثابت العقیدہ مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حقیقت کا اس بنا پر انکار کرے کہ وہ آنکھوں سے غائب ہے۔

جبکہ وہ کارساز عالم کے وجود کا اقرار کر چکا اور وہ غائب ہے انبیاء کی صداقت کو تسلیم کر چکا اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں روز حشر اور اس کے خصوصیات نیز جنت ودوزخ کا اقرار کر چکا حالانکہ وہ سب غائب ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لا چکا اور وہ اس کی آنکھوں سے غائب ہیں۔ غرض قرآن مجید اور تعلیمات رسول کریمؐ کے تحت میں نامعلوم کتنی باتوں پر اسے ایمان لانا پڑا جو اس کے مشاہدہ سے بلند ہیں۔

اتنی غیبی باتوں پر ایمان لانے کے بعد بھی کیا اس کا موقع ہے کہ وہ کسی عقیدہ سے اس لئے روگردانی کرے کہ وہ مشاہدہ سے خارج اور غیب پر مبنی ہے۔ (جاری)

قطعہ

در مدح حجۃ الاسلام سید حسن نصر اللہ، قائد حزب اللہ، لبنان

اسیفؔ جائسی

پیروِ شبیرؑ حزب اللہ ہے احمدی سے جس کی رسم و راہ ہے
مر کے بھی زندہ رہیں گے وہ اسیفؔ غازیوں کے ساتھ نصر اللہ ہے